۴۰

(فرمودہ ۱۴؍ستمبر ۱۹۵۱ء* بمقام ربوہ)

آج میرا ارادہ تھا کہ ایک خاص مضمون کے متعلق خطبہ پڑھوں ۔ عام طور پر تو یہی ہوتا ہے کہ مَیں بغیر کسی خیال کے خطبہ کے لئے آجاتا ہوں بعض دفعہ شاید ۴۰ ۔ ۵۰ یا سو میں سے ایک دفعہ خطبہ کے لئے آنے سے پہلے بھی مضمون ذہن میں آجاتا ہے اور کبھی کبھی اس بات کے لئے فکر کیا جاتا ہے کہ آجکل کے اہم مسائل میں سے کونسا مسئلہ خطبہ میں بیان کیا جائے۔ کل شام مجھے خیال آیا کہ عید الاضحیہ کا تعلق جو درود سے ہے اس پر عید کا خطبہ پڑھا جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں کچھ سوچتا بھی رہا۔ رات کو مَیں نے ایک رؤیا دیکھا، مَیں نے دیکھا کہ مَیں کہیں سے آرہا ہوں وہ بازار ہے یا گلی ہے جہاں میں جا رہا ہوں مَیں نے اس کے پہلو میں ایک مکان دیکھا جہاں مَیں جانا چاہتا ہوں معین صورت میں مجھے یاد نہیں کہ مَیں اس مکان میں کیوں جانا چاہتا ہوں ۔ اس مکان کا جو دروازہ ہے وہ گلی یا بازار میں ذرا اونچا کرکے لگایا گیا ہے۔ وہ قریباً تین فٹ بازار یا گلی سے اونچا ہے۔ خواب میں مجھے یہ احساس ہے کہ میرے گھٹنے میں تکلیف ہو رہی ہے، مَیں نے سہارا لیکر پتھر پر پاؤں رکھا ہے۔ آگے ایک کھلا میدان ہے اس کھلے میدان میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (آپ کی زیارت ایک عرصہ کے بعد اس خواب کے ذریعہ ہوئی) آپ نے داڑھی پر خضاب لگایا ہوا ہے وہی خضاب جو آپ سے منقول ہے[1]۔ اور مَیں بھی وہی لگاتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مہندی ذرا زیادہ ملایا کرتے تھے لیکن مَیں ذرا کم مہندی ملاتا ہوں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالوں پر ذرا سُرخی رہ جاتی تھی، ویسی سُرخی جیسے وفات کے قریب جب آپ خضاب لگاتے تھے تو بالوں پر دکھائی دیتی تھی۔

---

* اس خطبہ کو الفضل میں اشاعت کے لئے بھجواتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے یہ نوٹ رقم فرمایا۔ جو اس خطبہ کی ابتداء میں درج ہے:۔

"یہ خطبہ نہایت لطیف اور ضروری تھا مگر خطبہ لکھنے والے ظالم نے اسے اس قدر مسخ کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس طرح کی خلافِ عقل باتیں لکھی ہیں کہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے اپنے حواس میں تھا یا نہیں۔ بہرحال تکلیف اٹھا کر جس قدر اصلاح کر سکا ہوں کرکے چھپوانے کے لئے بھجواتا ہوں۔" (مرتب)

آپ کا چہرہ روشن تھا، آپ پگڑی پہنے ہوئے تھے کوٹ پہنا ہوا تھا۔ بالکل ایسا کوٹ جیسا آپ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے اور آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے مَیں نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے جواب دیا اور وعلیکم السلام فرمایا۔ مجھے خیال آیا کہ ذرا اور آگے جاؤں وہاں اور لوگ بھی بیٹھے ہیں میں ایک دو قدم ہی آگے چلا تھا کہ مَیں نے دیکھا وہاں لوہے کا ایک پلنگ رکھا ہوا ہے یہ پلنگ اسی طرف پڑا ہے جس طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ پلنگ عام پلنگوں سے اونچا ہے اور چوڑا بھی ہے اور تار کے ساتھ بُنا ہوا ہے۔ اس پلنگ پر میاں جان محمد صاحبؓ جو قادیان کے رہنے والے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا کام کرنے والے حجام خاندان میں سے ہیں۔ اور قادیان میں پوسٹ مَینی کا کام کرتے تھے تشہد کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں (ان کے بیٹے تجارت کا کام کرتے ہیں اور ان کے بھتیجے میاں محمد عبداللہ صاحب ربوہ میں حجام کا کام کرتے ہیں) باوجود اس کے کہ میاں جان محمد صاحب تشہد کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں مجھے خیال آتا ہے کہ وہ بیمار ہیں اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میرے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے سلام پھیرا اور مَیں آگے چلا گیا۔ میرا خیال ہے کہ مَیں آگے جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ کچھ فاصلہ پر ہے۔ وہ فاصلہ میلوں کا نہیں وہ فاصلہ فرلانگوں کا نہیں بلکہ یہی بیس تیس گز کا ہے مَیں آگے چلا تو میں نے دیکھا کہ پاس ہی ایک کھلی جگہ ہے اور اس میں کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان کرسیوں پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میرے ذہن میں آتا ہے۔ کہ مَیں اسی جگہ کی طرف آرہا تھا۔ ان میں ایک نوجوان بھی ہے جس کی داڑھی منڈھی ہوئی ہے یا اس کی داڑھی ابھی نکلی ہی نہیں لیکن اس کی شکل ایسی ہے جیسے غیر احمدی نوجوانوں یا کمزور احمدیوں کی ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جوتا پہنکر میرے پیچھے چل پڑے ہیں جب آپ میرے قریب آئے تو آپ نے زور سے کچھ الفاظ دہرانے شروع کئے جو اس قسم کے تھے کہ کیا کاہو مل گیا ستھوا مل گیا اور ایک تیسری چیز کا نام بھی لیا جو یاد نہیں رہا۔ آپ کے ان الفاظ کے جواب میں اس داڑھی منڈے شخص نے جسے اب مَیں کوئی طبیب خیال کرتا ہوں کہا کہ کاہو مل گیا اور ایک اور چیز کے بارہ میں کہا کہ وہ مل گئی ہے اور تیسری شے کے متعلق کہا اس کی تلاش ہے۔ مجھے کاہو اور ستھوا کا نام یاد رہا ہے۔ تیسری چیز بھول گیا ہوں شاید وہ کاسنی ہے یا کوئی اور چیز مجھے اب یاد نہیں رہا۔ مجھے چونکہ اس وقت بہت خوشی تھی کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے اس لئے اس خوشی سے آنکھ کھل گئی اور خواب پوری طرح یاد نہ رہا۔ یہ خواب ایسا واضح تھا کہ اب بھی جب مَیں اس خواب کو بیان کر رہا ہوں آپ کی شکل میرے سامنے پھر رہی ہے۔

کچھ دیر کے بعد میری آنکھ پھر لگ گئی۔ اور مَیں نے ایک اَور رؤیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ہم ایک ایسے ہی گھر میں رہتے ہیں جس قسم کے گھر میں مَیں آجکل رہتا ہوں لیکن وہ گھر ذرا کھلا ہے اور خاندان کے کچھ لوگ وہاں جمع ہیں۔ وہاں ایک عورت ہے جس کی گود میں ایک بچہ ہے۔ اس بچہ کو دیکھتے ہی مَیں محسوس کرتا ہوں۔ کہ وہ مولود احمد ہے جو میری لڑکی امۃ الحکیم اور سید داؤد مظفر کا لڑکا ہے۔ وہ اس عورت کی گود میں بیٹھا ہے میں نے اس بچہ کو دیکھا اور کہا۔ مولود احمد ہے؟ پھر مَیں نے کہا۔ کیا اس کی ماں بھی آئی ہے؟ اس عورت نے کہا۔ نہیں۔ اس کے مابعد نظارہ بدلا۔ اور مَیں نے محسوس کیا کہ مولود احمد بڑی عمر کا ہے اور وہ اس عورت کی گود سے اُتر گیا ہے اور دوڑتا ہوا میرے سامنے سے گذر رہا ہے۔

یہ دونوں نظارے جو مَیں نے دیکھے اُس وقت اُن کی تعبیر میرے ذہن میں نہیں آئی۔ صبح اُٹھ کر میں نے اتنا سمجھا کہ کاہو کھانسی نزلہ اور سوزش گلو کے علاج میں استعمال ہوتا ہے۔ اور بنفشا بھی کھانسی اور حدّتِ معدہ وغیرہ کے کام آتا ہے تیسری چیز بھی غالبًا اسی قسم کی ہوگی۔ اس حصّہ کے متعلق صبح میرا ذہن اس طرف گیا کہ شاید جس طرح کی کھانسی کے دورے پچھلے سال مجھے ہوئے تھے اسی قسم کے دَورے پھر مجھے ہوں۔

ہاں ایک بات میں بھول گیا گذشتہ سال جب میں کھانسی سے بیمار ہوا کراچی اور لاہور کے ڈاکٹر میرا علاج کرتے رہے لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ لیکن ایک دیسی نسخہ کے استعمال سے مجھے کافی فائدہ ہوا تھا۔ خواب میں مَیں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھانسی ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ آپ کو وہ نسخہ بتاؤں۔ لیکن ابھی مَیں یہ بات کہنے نہ پایا تھا۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح خیال ہے کہ شاید یہ نسخہ بھی کھانسی نزلہ اور سوزش گلو کے لئے بتایا گیا ہے لیکن زیادہ تر خیال یہ ہے کہ اس خواب کا تعلق جماعت سے ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ امام کو کچھ تکلیف ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوا کرتی ہے کہ اس کے توابع کمزور ہیں۔ کھانسی ورم اور گلے کی سوزش کا تعلق بولنے سے ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں اس کی تعبیر یہ ہے کہ جماعت میں بولنے کی عادت ہوگئی ہے جس سے کھانسی ورم اور سوزشِ گلو پیدا ہوتی ہے اور عمل کی عادت کم ہوگئی ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کا علاج بنفشا اور ایک اور چیز جس کا نام مَیں بھول گیا ہوں، بتایا ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ کوئی ایسا علاج کیا جائے کہ جس سے سوزشِ گلو۔ بلغم اور کھانسی دُور ہو۔ ایک قسم کی گرمی مفید ہوتی ہے۔ انسان محنت کرتا ہے اور اس میں تیزی اور گرمی پیدا ہوتی ہے یہ گرمی اور تیزی مفید ہے لیکن ایک قسم کی گرمی بیکار ہوتی ہے۔ اس سے بلغم پیدا ہوتی ہے اور انسان تکلیف اُٹھاتا ہے کھانسی والی گرمی کے یہ معنے ہیں کہ طبائع میں ایک جوش پیدا ہوگیا ہے جس کا صحیح استعمال

نہ کرنے کی وجہ سے ایک بیکار قسم کی گرمی اور سوزش پیدا ہوگئی ہے یعنی محض باتیں کرنے، بڑے بڑے دعوے کرنے، بلاوجہ فخر کرنے اور یہ کہنے کی کہ ہم یوں کر دیں گے ہم دُوں کر دیں گے کی عادت پیدا ہوگئی ہے۔ جس کے نتیجہ میں بعض روحانی امراض مثلاً بلغم کا آنا۔ سوزشِ گلو کھانسی اور نزلہ پیدا ہوگئی ہیں۔ خواب میں یہ نظارہ دکھا کر خدا تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ عادت دور ہونی چاہیئے اور عمل کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔

میری طبیعت پر یہی اثر ہوتا رہتا ہے اور اس نظارہ کے دیکھنے کے بعد وہ اثر زیادہ نمایاں ہوگیا ہے کہ جماعت میں بولنے کی عادت زیادہ ہوگئی ہے اور عمل کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ دو سال سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ احراری جماعت کے خلاف شرارتیں کر رہے ہیں۔ کہیں احمدیوں کو مارا جا رہا ہے، کہیں سے انہیں نکالا جا رہا ہے۔ کہیں ان کا منہ کالا کیا جا رہا ہے، کہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور مجھے گالیاں دی جاتی ہیں۔ کہیں مکانوں پر نشان لگائے جاتے ہیں کہ کسی رات اچانک حملہ کر کے تمام احمدیوں کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن ہماری جماعت صرف ریزولیوشن لکھ کر الفضل کو بھیج دیتی ہے۔ اور الفضل بھی اسے جماعت احمدیہ میں غم و غصہ کی لہر کے عنوان سے شائع کر دیتا ہے۔ حالانکہ میں نے تو یہ غم و غصہ کی لہر جماعت میں کبھی نہیں دیکھی اور یُوں بھی مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا، کہ مَیں کوئی نئی سکیم سوچوں۔ کیونکہ جب تک جماعت میں کام کا احساس پیدا نہ ہو اور جماعت سنجیدگی سے قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو اس کے لئے کوئی نئی سکیم سوچنے کا کیا فائدہ؟ جب احرار کا فتنہ ۳۴ء میں شروع ہوا، ایک دفعہ مَیں لاہور کا سفر کر رہا تھا، ایک جوشیلا نوجوان میرے ساتھ آیا۔ اس نے مجھے کہا، اب ہمیں گاندھی جی کی طرح کرنا چاہیئے۔ مَیں نے کہا۔ گاندھی تو فوراً مطلب کی بات دیکھ کر صلح کر لیتا ہے۔ کیا تم اپنے امام سے بھی یہی امید رکھتے ہو کہ کہیں ہمالیہ کی غلطی ہوئی کہیں بندھیاچل کی غلطی ہوئی، کہیں گنگا اور جمنا کی غلطی ہوئی اور پھر صلح کر لی۔ اگر اپنے امام کے لئے تم یہ اخلاق پسند کرتے ہو تو پھر تمہارا مشورہ بجا ہے۔ یا پھر یہ ہو کہ امام جنگ کے لئے کہے تو تمام جماعت تیار ہو جائے۔ پھر جنگ میں فتح ہو یا سب لوگ مارے جائیں۔ میں نے کہا، بتاؤ کیا ہے ہمت؟ اگر یہ ہو جائے کہ سارے مر جاؤ اور یا فتح حاصل کرو۔ تب تو تمہارا مشورہ مفید ہو سکتا ہے۔ ورنہ دوسروں میں سے اگر ۹۰ فیصدی لوگ بھی بھاگ جائیں تو ان کی عزت اور درجہ میں فرق نہیں آتا۔ لیکن ہماری جماعت کے دس فیصدی لوگ بھی بھاگ جائیں تو اس کی عزت اور درجہ قائم نہیں رہتا۔ جب تک یہ نہ ہو کہ مسلمان ۱۰۰ اکے ۱۰۰ ٹکڑے ہو جائیں اور پھر اگر ان کی تقدیر میں شکست لکھی ہے تو میدان سے ان کی ۱۰۰ کی ۱۰۰ نعشیں برآمد ہوں، اس وقت تک ہم اپنے آپ کو کامیاب خیال نہیں کر سکتے۔ اگر ظاہری طور پر شکست ہو جائے اور ۱۰۰

لڑنے والوں میں سے ۵۰ کی نعشیں میدان میں ملیں اور ایک کی نہ ملے اور وہ بھاگ جاتے تو یہ بھی ہماری ذلت ہے۔ مومن کے معنے ہی یہ ہیں کہ وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر احراری احمدیوں کو مارتے ہیں تو صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں ریزولیوشن پاس کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ یہ ریزولیوشن پاس کریں گے اور بیٹھ جائیں گے۔ جہانتک قانون شکنی کا سوال ہے۔ احمدیت اس سے روکتی ہے۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ جہاں اسلام اور احمدیت نے قانون شکنی سے منع کیا ہے وہاں اس نے اس کا کوئی علاج نہیں بتایا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انگریز آدھی دنیا پر حاکم تھے۔ جب پہلی جنگ ہوئی تو ان کی طاقت پوری طرح قائم تھی لیکن انہوں نے قادیان کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ ہم نے قانون شکنی نہیں کی تھی صرف الٰہی تدبیر سے کام لیا تھا۔ لیکن حکومت کو پارلیمنٹ میں اعلان کرنا پڑا کہ ہمیں احمدیوں کے متعلق کوئی شبہ نہیں۔ کتنا تلخ گذرا ہوگا یہ لمحہ اس گورنر پر جس نے حکم دیا تھا کہ تم سے نقص امن کا خطرہ ہے۔ اس لئے فلاں دفعہ کے ماتحت تمہیں یہ نوٹس دیا جاتا ہے۔ اسے پارلیمنٹ کے سامنے بیان دینے کے لئے یہ ماننا پڑا کہ جماعت احمدیہ نہایت وفادار جماعت ہے۔ کتنے تلخ گھونٹ تھے جو اسے پینے پڑے مگر نہ ہم نے کسی کو مارا تھا نہ پیٹا تھا اور نہ قانون شکنی کی تھی۔ صرف جماعت میں اس وقت ارادہ عمل تھا اور نظر آتا تھا کہ جماعت میں عمل کی قوت موجود ہے۔

اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں وہ قوت عمل نہیں پائی جاتی جو اس وقت پائی جاتی تھی۔ اس لئے میں چپ ہوں۔ جب میں الفضل میں ریزولیوشن پڑھتا ہوں تو ہنستا ہوں کہ یہ غم و غصہ کی لہر کہاں سے آگئی جو الفضل کے ایڈیٹر کو نظر آگئی ہے۔ مان لیا کہ میری جسمانی نظر کمزور ہے اور میں عینک استعمال کرتا ہوں لیکن میری باطنی آنکھیں تو ان سے تیز ہیں مگر مجھے وہ غم و غصہ کی لہر نظر نہیں آتی۔ پھر غم کی لہر تو جائز ہے لیکن غصہ کی لہر اسلام میں بالکل جائز نہیں۔ مسلمان پر غصہ کی لہر نہیں آسکتی۔ غصہ کے معنے ہیں اس قدر غیظ ہونا کہ انسان کی عقل ماری جائے اور اس کا گلا گھٹنے لگ جائے۔ لیکن غضب جائز ہے۔ خدا تعالیٰ غضب کرتا ہے لیکن اسے غصہ نہیں آتا۔ کیونکہ جسے غصہ آتا ہے اس کی جان تنگ ہوجاتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو مارنے پر تیار ہوجاتا ہے اور یہ چیز اسلام میں جائز نہیں۔ لیکن یہاں تو غم کی لہر بھی نظر نہیں آتی جیسے وہ پہلے تھے ویسے ہی اب ہیں۔ سیدھی بات ہے کہ اس وقت میں نے ۲۷ ہزار روپیہ مانگا تھا اور ایک لاکھ سات ہزار روپیہ کے وعدے آگئے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ دو لاکھ چالیس ہزار کے وعدوں میں سے نو ماہ میں صرف ایک لاکھ بیس ہزار کی رقم وصول ہوئی ہے۔ لیکن پہلے ایک لاکھ سات ہزار کے وعدوں میں سے سال میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ وصول ہوگیا تھا۔ یہ

صاف بتاتا ہے کہ جماعت میں جو جوش اُس وقت تھا اس وقت نہیں ہے۔ مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جماعت پر مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ طبائع کے اندر سستی پیدا ہو رہی ہے ممکن ہے کہ یہ نیند کی قسم ہو اور اس کے بعد لوگ بیدار ہو جائیں اور کام کرنے لگ جائیں۔ اس لئے مَیں مایوس نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ کام کا وقت نہیں ہوتا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں ہم انہیں اٹھائیں اور وہ پھر سو جائیں۔ پھر اٹھائیں اور وہ دوبارہ سو جائیں تو ہم ان سے کام نہیں لے سکتے۔ ہاں ہم مایوس بھی نہیں ہیں کیونکہ وہ بالکل مر نہیں گئے لیکن ایسا وقت کام کا وقت نہیں ہوتا۔ اس وقت اگر کوئی سکیم بنائی جائے تو یہ بیوقوفی اور حماقت کی علامت ہوگی لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ جب وہ جاگیں تو کوششوں کا موقعہ ہی جاتا رہے لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کی تعبیر اس رنگ میں کی جا سکتی ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ جماعت میں جوش تو ہے لیکن وہ جوش غلط قسم کا اور بناوٹی ہے۔ وہ حقیقی قربانی جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اور وہ گرمی جو صحت اور عمل کی علامت ہوا کرتی ہے۔ وہ جماعت میں نہیں پائی جاتی جیسے اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مومنوں کو جنت میں زنجبیل کے پیالے پلائے جائیں گے[۲] اس سے یہ نہیں ہوگا۔ کہ وہ جگر کی بیماریوں اور پیاس میں مبتلا ہو جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ان کے اندر وہ گرمی اور حرارت پیدا کی جائے جو قوت عملیہ کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ سردی اور گرمی دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک سردی وہ ہوتی ہے جو کم ہمتی پیدا کرتی ہے۔ لیکن دوسری قسم کی سردی غلط جوش کو زائل کرتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں کاس کافوری کہا گیا ہے[۳] کافور کے زیادہ استعمال سے انسان نامرد ہو جاتا ہے۔ اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور وہ کام کے قابل نہیں رہتا۔ لیکن اگر اسے مناسب موقعہ پر اور مناسب مقدار میں استعمال کیا جائے تو یہ ناجائز گرمی کو روکتا ہے اور غلط جوش کو دُور کرتا ہے۔ چنانچہ کاہو اور بنفشا بھی جیسا کہ اطبار لکھتے ہیں۔ سرد اور خشک ہیں اور ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو یہ ناجائز گرمی کو دور کرتے ہیں۔ اسی طرح کاس کافوری کے ساتھ نادرست اور ناجائز گرمی کو دور کیا جائیگا خواب میں کاہو اور بنفشا سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم جماعت کے موجودہ غلط جوش کو کاس کافوری کے ساتھ دور کریں۔ پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے اس کے بعد مومنوں کو زنجبیل کے پیالے پلائے جائیں گے اور ان کے ذریعہ ان کے اندر وہ گرمی پیدا ہوگی جو قوتِ عملیہ پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ یہ زنجبیلی پیالے ناجائز گرمی اور غلط جوش پیدا کرنے اور جگر کی خرابی اور دیگر بیماریوں کا موجب نہیں ہوں گے بلکہ مومنوں کے اندر قوتِ عملیہ پیدا کریں گے۔

پھر جو دوسری رؤیا ہوئی اس کو اس رؤیا کے ساتھ جب میں نے ملایا تو مَیں نے سمجھا کہ ان کے

اندر وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو میرے ذہن میں تھا کہ آج خطبہ عید الاضحیہ میں بیان کرونگا۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ایک نام ابراہیم بھی تھا، آپ کو الہامات میں بار بار ابراہیم کہا گیا ہے۔ مجھے بھی ایک دفعہ بیت الدعا دکھائی گئی کہ میں اس میں دعا کر رہا ہوں۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ابراہیم تھے اور خلیفۂ اول بھی ابراہیم تھے۔ اور آپ براہیم ادھم ہیں۔ اور مجھے بتایا گیا کہ میں بھی ابراہیم ہوں۔ ابراہیم ادھم ایک بادشاہ گذرا ہے۔ غالبا وہ ترک تھا۔ کیونکہ ترکوں میں یہ نام زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ توبہ کر کے فقیر ہو گیا تھا اور بڑے پایہ کا صوفی گنا جاتا ہے۔
دوسری رؤیا میں مجھے ایک لڑکا دکھایا گیا جس کا نام مولود احمد ہے۔ اور مولود احمد کے معنے ہیں احمد کا بیٹا۔ اور یہاں دوڑنے کے بھی وہی معنے ہیں جو قرآن کریم کی آیت فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ کے ہیں اور وہ لڑکا بھی دکھایا گیا۔ درحقیقت اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس جدید ابراہیم کا بیٹا بھی اسمٰعیل کا رنگ رکھتا ہے۔ پھر یہ بھی دکھایا گیا کہ قربانی کا وقت آگیا ہے پھر یہ بتایا گیا کہ جماعت کی کمزوریاں دور کرنی چاہئیں کیونکہ جماعت کے تمام افراد روحانی طور پر ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ اور ان پر قربانی لازمی ہے ان پر ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب وہ بچے تھے لیکن اب وہ اتنے بڑے ہو گئے ہیں کہ وہ دوڑنے لگ گئے ہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق جب فرمایا۔ کہ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ تو اس سے بڑی عمر مراد نہیں تھی، یہی چھ سات برس کی عمر مراد تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تیز چلتے تھے تو حضرت اسمٰعیل آپ کے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے اور یہ چھ سات برس کی عمر میں ہوتا ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کیا گیا۔ بہرحال میں نے دونوں خوابوں کو ملا کر ان کی یہ تعبیر کی ہے اور یہی وہ مفہوم تھا جو میں درود کے متعلق بیان کرنا چاہتا تھا۔
مسلمان درود کے بہت شائق ہیں اور انہیں شائق ہونا بھی چاہیئے کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ خدا اور اس کے فرشتے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔ گویا ہم درود کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے اس حکم کو پورا کرتے ہیں۔ طبعی طور پر ایسے احکام دوسرے نبیوں کے متعلق بھی آتے ہیں لیکن کسی حکم کی عظمت کا اس بات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ تمام لوگوں کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا جائے۔ عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بیٹا بنایا ہے لیکن ان میں وہ روح نہیں پائی جاتی جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ واقعی خدا تعالیٰ

کے بیٹھے ہیں لیکن مسلمان بگڑ بھی جاتے ہیں مگر ان میں سے درود کی آواز نہیں جاتی۔ یہ ایسی گل چلی ہے جو رُک نہیں سکتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درود اہم احکام میں سے ہے جس کو باوجود کمزوری کے مسلمان چھوڑ نہیں سکتے۔ ہر مسلمان درود پڑھتا ہے کوئی کم درود پڑھتا ہے اور کوئی زیادہ پڑھتا ہے کوئی دس دفعہ پڑھتا ہے کوئی بیس دفعہ پڑھتا ہے اور کوئی سو دفعہ پڑھتا ہے اور کئی مسلمان سارا سارا دن بھی درود پڑھتے رہتے ہیں۔ ہم انہیں خواہ نکما قرار دیں لیکن ان کی یہ خوبی ماننی پڑیگی کہ وہ سارا دن درود پڑھتے رہتے ہیں اور یہ نہایت اچھی چیز ہے بشرطیکہ صحیح رنگ میں ہو لیکن مسلمان نے غور نہیں کیا کہ درود کا کیا مفہوم ہے۔

درود جو سب سے چھوٹا اور سب سے عام ہے یہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یہ مختصر سا درود ہے۔ کئی اور درود بھی ہیں جو مختلف روایتوں سے آئے ہیں لیکن جس درود کو عام طور پر پڑھا جاتا ہے وہ یہی درود ہے۔ اس کے آدھے حصہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے اور آدھے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ اس کے تین ٹکڑے کئے گئے ہیں۔ پہلے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر ہے جیسے فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دوسرے ٹکڑے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے جیسے کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ۔ تیسرے ٹکڑے میں خدا تعالےٰ شامل کر لیا گیا ہے جیسے اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ میں ہے۔ گویا درود کے تین حصوں میں سے خدا تعالےٰ نے ایک حصہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دے دیا اور ایک حصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیدیا اور ایک حصہ خود لے لیا۔ عام طور پر لوگ خصوصاً عیسائی اور ہندو اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ درود میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ابراہیمی انعام دینے کی دُعا کر کے اقرار کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑے تھے۔ ہندوؤں کو اسلام سے بُغض تھا اور ہمارا خیال تھا کہ پارٹیشن کے بعد یہ بُغض کم ہو جائیگا لیکن یہ بُغض اب بھی کم نہیں ہوا۔ سُنا جاتا ہے کہ وہاں جب کوئی مصنف تاریخ وغیرہ کی کوئی کتاب تصنیف کرتا ہے تو اس کی تان رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہی ٹوٹتی ہے۔ اگرچہ یہ ایسی ہی چیز ہے جیسے چاند پر تھوکنے والے کی تھوک اس کے اپنے منہ پر پڑتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان اعتراضوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن ایک مسلمان کا دل دکھتا ہے اور اس کو اپنا دل قربان کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ چیز اس کی روحانیت کے لئے مفید ہو جاتی ہے۔ بہرحال معترضین میں سے بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھوٹے ہیں۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں ہمیں فلاں کی طرح بننا چاہیئے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ ہم سے بہتر ہے وہ مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیشہ دعا کرتے ہو اور قیامت تک یہ دعا کرتے رہو گے کہ خدا تعالےٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے ہی درود بھیجے جیسے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا تھا۔ اب یا تو تم یہ بتاؤ کہ فلاں وقت تک خدا تعالےٰ ایسا کرے اور اگر قیامت تک تم نے یہ دعا مانگنی ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک افضل رہیں گے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ زبان میں کئی قسم کے الفاظ ہوتے ہیں۔ ایک الفاظ وہ ہوتے ہیں جن کے معنے معیّن ہوتے ہیں۔ اور ایک الفاظ وہ ہوتے ہیں جن کے معنے غیر معین ہوتے ہیں ان الفاظ سے کسی ایک معنے کی بلا قرینہ تعیین کرنا جہالت ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ مَیں رات کے وقت فلاں کے گھر گیا تو اگر کوئی اس کے یہ معنے کرتا ہے کہ وہ ضرور آج رات اس کے گھر گیا ہے تو یہ اس کی حماقت پر دلالت کرے گا اور لوگ کہیں گے کہ یہ تمہاری جہالت ہے۔ اگر بولنے والے نے اپنے الفاظ کی تعیین نہیں کی تو جو معنے اس کے مدّنظر ہوں وہ لے سکتا ہے۔ یہاں بھی مشابہت کا ذکر ہے جو مبہم معنے ہیں اور ان معنوں پر دلالت کرنے کے لئے عربی زبان میں مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اُردو زبان میں اس کے لئے ایک سے زیادہ الفاظ ہیں مثلاً لفظ "کی طرح" ہے۔ مثلاً کہتے ہیں یا اللہ! تُو اسی طرح دولت دے جس طرح تو نے قارونؑ کو دولت دی۔ یا آج کل کے لحاظ سے لوگ کہتے ہیں یا اللہ تو اسے اسی طرح دولت دے جس طرح تو نے راک فیلرؔ یا روشیلڈؔ کو دولت دی۔ یا لوگ کہتے ہیں یا اللہ تو اسے اسی طرح دولت دے جس طرح تو نے مثلاً برمکی خاندانؔ کو دولت دی۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ تو اسے ان کی قسم کا دولتمند بنا دے یہ معنے نہیں کہ تو اسے نقد آ میں اتنی دولت دے جتنی دولت تُو نے قارون، برمکی خاندان، روشیلڈ یا راک فیلر کو دی۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یا اللہ تو اسے اس قدر دولت دے جس قدر دولت تو نے قارونؔ کو دی برمکی خاندان کو دی یا راک فیلر اور روشیلڈ کو دی۔ تو اس کے معنے درجہ کے ہونگے اگر درود میں کَمَا صَلَّیْتَ کی بجائے اِلٰی قَدْرِ مَا صَلَّیْتَ کہا جاتا کہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس درجہ کا درود بھیج جس درجہ کا درود تو نے ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا۔ تو معلوم ہوتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان سے کم ہے مگر یہاں درجہ کا ذکر نہیں، قسم کا ذکر ہے۔ ایک کنگال آدمی بھی بعض دفعہ کہدیتا ہے کہ میرے پاس روپیہ ہے اور وہ روپیہ نکال دیتا ہے۔ مثلاً فرض کرو ایک کنگال آدمی

خیال کرتا ہے کہ اس کے پاس جو لوگ بیٹھے ہیں وہ سب غریب ہیں اور وہ انہیں کہتا ہے کہ میرے پاس پانچ روپے ہیں۔ اب اگر اس مجلس میں سے ایک امیر آدمی جو کروڑ پتی ہے لیکن وہ کنگال آدمی اسے نہ جانتا ہو وہ کہے جس طرح تمہارے پاس روپیہ ہے میرے پاس بھی روپیہ ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ اس کروڑ پتی کے پاس بھی پانچ روپے ہیں بلکہ یہاں اس فقرہ کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ بھی روپے والا ہے۔ حالانکہ یہ کروڑ پتی ہے اور وہ کنگال آدمی صرف پانچ روپے کا مالک ہے۔ درود میں کَمَا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جیسے کَمَا صَلَّیْتَ ہے اور "کَمَا" میں "مَا" مصدریہ ہے جس کے معنے ہیں کَصَلٰوتِکَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا، اے اللہ اسی قسم کا درود تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی بھیج۔ گویا اس میں "قسم" کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی کوئی خاص قسم کا فضل ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملے۔ یہاں درجہ کا سوال نہیں "جس طرح" میں چھوٹا آدمی بھی آسکتا ہے اور بڑا آدمی بھی آسکتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ جس طرح تو نے غارِ ثور میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کو بچایا تھا اسی طرح تو مجھے بھی بچا۔ تو اس میں قسم نجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ میرے حالات بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات جیسے ہیں اس لئے جن صفات کا تو نے اس وقت اظہار کیا تھا انہی صفات کا تو اب بھی اظہار فرما۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ تو مجھے بھی رسول اللہ بنا دے۔ پھر بعض دفعہ ایک مسلمان یہ بھی دعا کر لیتا ہے کہ اے اللہ! جس طرح تو نے بدر کے موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی ہماری بھی اسی طرح مدد کر۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ میں بھی رسول ہوں۔ اور میرے ساتھی ابوبکرؓ، عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ ہیں۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ میری تکلیف اسی قسم کی ہے۔ اس لئے اے خدا مجھ پر تو اسی قسم کی برکت نازل کر جس قسم کی برکات تو نے اس وقت نازل کی تھیں۔ ایک ماں اپنے بچے کو بھی روٹی دیتی ہے اور کتے کے سامنے بھی روٹی ڈالتی ہے۔ فرض کرو اس کے پاس دو روٹیاں تھیں جن میں سے ایک روٹی اس نے اپنے بیٹے کو دے دی اور ایک روٹی اس نے کتے کے سامنے ڈال دی۔ تو کیا اس کا بچہ اور کتا برابر ہو گئے، کیا اس کی محبت بچے اور کتے سے ایک جیسی ہے؟ گویا اگر اتنی چیز بھی مل جائے تب بھی درجہ ایک نہیں ہوتا اور یہاں تو صرف قسم ایک ہے درجہ ایک نہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک قسم برکت کی ابراہیم علیہ السلام

اور آپ کی اولاد کو دی گئی تھی - وہی قسم برکت کی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو ملے -

اب بائیبل دیکھو کہ اس میں کس برکت کا ذکر ہے جو نمایاں طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی - بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکومت یا شریعت کی تکمیل کی برکت نہیں دی گئی تھی - بلکہ انہوں نے اپنا اکلوتا بیٹا خدا تعالے کی خاطر قربان کر دیا تھا۔ پس جب یہ کہا جائیگا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قسم کی برکت ملے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تو اس کا اشارہ اس برکت کی طرف جائے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمایاں طور پر ملی اس کا اشارہ کسی مبہم چیز کی طرف نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں آدمی نے رات کو یہ کام کیا ہے تو بھی ایسا ہی کر۔ تو وہ اس جیسا کام کب کر سکتا ہے کیونکہ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کام کیا ہے -اس طرح ہم کسی کو وہی کام کرنے کے لئے کہہ سکتے ہیں جو ہم نے دیکھا ہو۔ پس جب اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ کہا جاتا ہے - اس سے وہ برکت مراد ہوتی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کا اشتراک نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کام کونسا تھا جو آپ نے اور آپ کی اولاد نے اکٹھا کیا تھا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ کام آپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنا تھا۔ اور بیٹے کا ذبح کے لئے تیار ہو جانا تھا۔ یہی وہ بنیادی کام ہے جو باپ بیٹے دونوں نے کیا اور یہ ایک ہی کام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے نہیں کیا تھا جو حضرت نوح علیہ السلام نے نہیں کیا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا دوسرے انبیاء علیہم السلام نے جن کو ہم جانتے ہیں نہیں کیا تھا اور جن انبیاء کا ہمیں علم نہیں ان کے متعلق بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے یہ کام کیا ہو۔ گویا "کَمَا صَلَّیْتَ" کے الفاظ میں شہادت ذبیح اسماعیلؑ کا ذکر ہے کیونکہ یہاں وہ برکت ہے جس میں حضرت ابراھیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد دونوں شریک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیلؑ سے کہا میں تمہیں خدا تعالے کے حکم کے ماتحت ذبح کرنا چاہتا ہوں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا میں ذبح ہونے کے لئے تیار ہوں۔

تم ہمیشہ یہ دعا کرتے ہو اور اپنے منہ پر تھپڑ رسید کرتے ہو۔ تم نماز میں یہ کہتے ہو اے اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہی برکت دے جو تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو دی یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں کو بھی قربان ہونے کی توفیق دے۔ پھر کہتے ہو الٰہی مجھے بھی اور میری اولاد کو بھی وہی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرما

جس کے کرنے کی تو نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو توفیق دی ہم آگے بڑھ کر خنجر پر اپنی گردنیں رکھ دیں۔ تم نمازیں یہ کہتے ہو لیکن جب چندہ کے لئے کہا جاتا ہے تو اپنی جیبیں پکڑ لیتے ہو۔ ہر نماز میں تم درود پڑھتے ہوئے یہ کہتے ہو کہ اے اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنی اولاد قربان کرنے کی توفیق عطا فرما اور اولاد کو قربان ہونے کی توفیق دے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس دعا کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ چیز ہمیشہ جاری رہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ایک بیٹے کے قربان کرنے کی توفیق ملی تھی لیکن یہاں یہ چیز ہمیشہ رہے یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنے بیٹے قربان کرنے کی توفیق ملے۔ اب بتاؤ بڑا کون ہوا؟ وہ جس نے ایک بیٹا ذبح کیا یا جو ہر زمانہ میں بیٹے قربان کرتا ہے۔ مگر سوچو کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ اے اللہ! تو مجھے ویسے ہی قربان ہونے کی توفیق عطا فرما جیسے قربان ہونے کی توفیق تو نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دی تھی۔ تو پھر تم دیانتدار ہوتے ہوئے قربانی سے بھاگ کس طرح سکتے ہو۔ کیا تم اپنے نفس کو اس سے مستثنٰی کر لیتے ہو۔ بلکہ حقیقتاً دعا کرنے والا تو سب سے پہلا مخاطب ہوتا ہے پس سب سے پہلے اپنے نفس کو اس میں شریک کرنا چاہیئے ورنہ یہ ایک تمسخر بن جائے گا اور کیا یہ چیز کوئی مسلمان برداشت کر سکتا ہے اور کیا کوئی مسلمان اس بات کا اقرار کرے گا۔ کہ میں دعا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ اپنے بیٹے قربان کرنے کی توفیق عطا فرما اور آپ کے بیٹوں کو بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح ذوق شوق سے قربان ہونے کا موقعہ دے سوائے میرے اور میرے بچوں کے۔ کوئی احمق بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ یہ دعا کرتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس سے مستثنٰی قرار دے لیتا ہے۔ کوئی بے حیا ہی ہوگا جو یہ کہے میں دعا کرتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو مستثنٰی قرار دے لیتا ہوں۔ اگر یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم نماز پڑھتے ہوئے تو یہ کہتے ہو کہ اے اللہ تو مجھے اور میری اولاد کو قربان ہونے کی توفیق عطا فرما لیکن باہر جا کر کوشش کرتے ہو کہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی جانیں بچ جائیں۔

عیدالاضحیہ اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لئے آتی ہے۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ ہم سال میں یہ ایک دن لا کر یہ واقعہ تمہارے سامنے لے آتے ہیں تا تمہیں یاد رہے کہ درود میں جو تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمّت کے لئے دعا مانگتے ہو اس میں تم بھی شریک ہو۔ یہ نہیں کہ تم دعا تو یہ کرو کہ اے اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح بیٹے قربان کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

کی طرح قربان ہونے کی توفیق عطا فرما لیکن جب قربان ہونے کا وقت آئے تو پیچھے بھاگ جاؤ۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس کے متعلق لطیفہ مشہور ہے کہ اس کی بیٹی کو جس کا نام مہتی تھا دق اور سل ہو گئی۔ وہ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتی تھی کہ اے خدا! میں مر جاؤں لیکن میری بیٹی بچ جائے۔ جب عزرائیل اس کی جان نکالنے آئے تو اس کی بجائے میری جان نکال لے۔ اس عورت نے ایک گائے رکھی ہوئی تھی۔ ایک رات کو اس کا رسہ ٹوٹ گیا وہ صحن میں گھس آئی۔ وہاں ایک گھڑا پڑا تھا گائے نے بھوسہ کھانے کے لئے اس میں اپنا منہ ڈال لیا گھڑے کا منہ تنگ تھا لیکن بوجہ دباؤ اس کا سر گھڑے میں پڑ گیا۔ مگر جب اس سے سر نکالنا چاہا تو وہ نہ نکلا۔ گائے گھبرائی اور صحن میں اس نے ناچنا شروع کر دیا۔ وہ عورت یہ خیال کرتی تھی کہ عزرائیل کی شکل نرالی ہوگی۔ جب اس گائے کو گھڑا اٹھائے ناچتے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ یہ عزرائیل ہے جو مہتی کی جان نکالنے آیا ہے۔ وہ پہلے تو یہ دعا کیا کرتی تھی کہ یا اللہ! میں مر جاؤں۔ مہتی نہ مرے اور جب عزرائیل آئے تو میری جان نکال لے مہتی کی جان نہ نکالے لیکن جب اس کے خیال میں عزرائیل جان نکالنے آیا تو وہ سب دعائیں بھول گئی اور کہنے لگی

ملک الموت من نہ مہتی ام   من یکے پیر زال محنتی ام

یعنی جو عورت پہلے یہ دعا کر رہی تھی کہ عزرائیل میری لڑکی کی بجائے میری جان نکال لے۔ وہی جب وقت آیا تو کہنے لگی میں مہتی یعنی لڑکی کی والدہ نہیں ایک اور مزدور عورت ہوں۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو درود پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بیٹے قربان کرنے کے مواقع بار بار دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ایک دفعہ بیٹا قربان کرنے کا موقعہ ملا تھا لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار بیٹا قربان کرنے کا موقعہ ملے۔ پھر اسمٰعیل علیہ السلام کو تو ایک دفعہ قربان ہونے کا موقعہ ملا تھا لیکن تم دعا کرتے ہو کہ اے خدا ہمیں بار بار قربان ہونے کا موقعہ دے۔ لیکن جب قربان ہونے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں ملک الموت من نہ مہتی ام۔ من یکے پیر زال محنتی ام۔ یہ چیز ہے جو عید الاضحیہ یاد کرانے کے لئے آتی ہے۔ گویا درود کی تشریح عید الاضحیہ ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور جب تم ہمیشہ یہ اقرار کرتے ہو تو اب اپنی جانیں قربان کرو۔ کبھی تمہاری بھی عید الاضحیہ آئیگی کہ نہیں؟

(الفضل ۷ راکتوبر ۱۹۵۱ء)

۱ہ ۔ سیرت المہدی مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳

۲ہ ۔ میاں جان محمد صاحب رضی اللہ عنہ (۱۸۸۲ء-۱۹۶۲ء) بیعت ۱۸۹۶ء۔ بڑے نیک اور مخلص انسان تھے۔

۳ہ ۔ تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۵۱۸

۴ہ ۔ صحیح بخاری کتاب الادب باب الصبر و الاذی

۵ہ ۔ صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب

۶ہ ۔ الدھر ۷۶ : ۱۸

۷ہ ۔ الدھر ۷۶ : ۲

۸ہ ۔ تذکرہ طبع سوم صفحہ ۹۷، صفحہ ۳۳۱، صفحہ ۳۴۴، صفحہ ۳۹۲

۹ہ ۔ تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۳ مرتبہ سید رئیس احمد جعفری

۱۰ہ ۔ الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳

۱۱ہ ۔ الاحزاب ۳۳ : ۵۷

۱۲ہ ۔ متی باب ۴ آیت ۳، باب ۲۸ آیت ۲۹

۱۳ہ ۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی ۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد۔

۱۴ہ ۔ مسنون درود شریف کے علاوہ صحیح بخاری کتاب الانبیاء اور صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ میں یہ درود شریف بھی مروی ہے:- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۲ ۔ سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ درود شریف بھی روایت کئے گئے ہیں۔

ا ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔

ب ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ

۱۵ہ ۔ قارون جس کا نام بائبل نے قورح بتایا ہے اسرائیلی قوم ہی کا ایک فرد تھا فرعون کا افسر خزانہ اور بہت مالدار شخص تھا اس نے دولت کے نشے اور [illegible] آ کے لئے اپنی ہی قوم پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ اس کے مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ششم حصہ سوم صفحہ ۲۳۳۔

۱۶ - جان ڈیوی سن راک فیلر JOHN DAVISON ROCKEFELLER (۱۸۳۹ - ۱۹۳۷ء) امریکہ کا مشہور مالدار ترین شخص جسے تیل کی صنعت و تجارت نے ارب پتی بنا دیا۔

۱۷ - روتھ شیلڈ انسیلم میئر ANSELME MEYER ROTHSCHILD (۱۷۴۳ - ۱۸۱۲ء) جرمنی کا بہت بڑا یہودی مالدار جو فرینکفرٹ کے بنک کا بانی تھا۔ اسکے پانچ بیٹوں نے فرینکفرٹ - وی آنا - لندن - نیپلز اور پیرس میں بہت بڑے بڑے بنک قائم کئے۔

۱۸ - برمکی خاندان کے متعلق بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس خانوادہ کا جدِ اعلیٰ برمک بلخ کے بُدھ مندر نو بہار کا پجاری اور متولی تھا۔ بعض مورخین نے نوبہار کو مجوسیوں کا آتشکدہ قرار دیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ برمک اس شخص کا نام نہ تھا بلکہ یہ اُس عہدے کا نام تھا جس پر وہ فائز تھا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں قتیبہ بن مسلم نے بلخ کو فتح کیا تو برمک مسلمان ہو گیا۔ برمک کا لڑکا خالد صاحبِ علم و دانش تھا۔ سینٹ جان فلبی لکھتا ہے کہ یہ ولید کے مشہور جرنیل قتیبہ کے بھائی عبداللہ کا بیٹا تھا۔ لیکن اس کی ماں ایرانی النسل تھی۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ جب قتیبہ نے بلخ پر حملہ کیا تو اس لڑائی میں جہاں اور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہاں لونڈیاں بھی گرفتار ہو کر آئی تھیں ان میں ایک عورت برمک کی تھی۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت یہ عورت قتیبہ کے بھائی عبداللہ کے حصّہ میں آئی۔ خالد اسی عورت کے بطن سے پیدا ہوا۔ ابو مسلم خراسانی کی تحریک میں خالد نے نمایاں حصہ لیا اور اپنی عالی ہمتی اور عقل و فراست سے اس میں بڑا مقام حاصل کر لیا۔ بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی تو اسے وزیر بنا دیا گیا۔ خالد کا بیٹا یحیٰ بھی باپ کے اوصاف سے متصف تھا۔ ہارون الرشید کا اتالیق مقرر ہوا۔ ہارون کے کمالات یحیٰ کے فیضانِ تربیت کا نتیجہ تھے۔ یحیٰ کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے فضل اور جعفر زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے روز افزوں اقتدار، جاہ و جلال اور علم و فضل کے چرچے جب عام ہو گئے اور ہارون الرشید کی حیثیت برائے نام ہو کر رہ گئی تو ہارون کے دل میں برامکہ خصوصاً جعفر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی جو بالآخر جعفر کے قتل پر منتج ہوئی۔ یحیٰ اور فضل کو قید کر دیا گیا۔ اسی قید و بند میں نہایت بے بسی کی حالت میں دونوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بنو عباس خصوصاً ہارون الرشید کے عہدِ حکومت کو سنہری زمانہ بنانے میں برامکہ کا سب سے زیادہ حصہ ہے لیکن دنیا یہ دلدوز منظر دیکھ کر محوِ حیرت رہ گئی کہ اسی ہارون الرشید نے برامکہ کو خون کے آنسو رلا رلا کر مروا ڈالا۔ (برامکہ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اسلامی انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ ص ۶۶۳، تاریخ ابن خلدون جلد ۳ (اردو ترجمہ) ص ۱۲۱، تاریخ اسلام مصنفہ پروفیسر سید عبدالقادر جلد ۲ ص ۲۳۵)

۱۹ - پیدائش باب ۲۲ آیت ۱-۲ ۲۰ - الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳